فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ " (صحیح البخاری ص۸۳ ج۲ طبع مصر)

"مکاتب کا بیان اور ان شرطوں کا بیان جو جائز نہیں اور کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ اور جابر بن عبداللہؓ نے ایسی شرطوں کے بارے میں کہا اور ابن عمرؓ یا عمرؓ نے بھی کہ "ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے، خواہ ایسی سو شرطیں باندھی جائیں۔"

اگر کتاب اللہ سے مراد صرف قرآن کریم لیا جائے، تو قرآن کریم میں تو مکاتبت کی کوئی شرط مذکور ہی نہیں۔ پھر مخالفت یا موافقت کیسی؟ البتہ ایسی شرائط چونکہ سنتِ رسول اللہ میں مذکور ہیں، لہٰذا یہاں کتاب اللہ سے مراد سنتِ رسولؐ ہی لیا جا سکتا ہے۔

اب خود ہی دیکھ لیجئے کہ ان واضح دلائل کے بعد منکرینِ حدیث کے اس اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟

(ب) کتاب اللہ میں قرآن و حدیث دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔ تاہم شریعت کے عملی نمونہ، سنت کی اہمیت کو مزید اجاگر کرنے کے لئے رسول اللہؐ نے کتاب اللہ کے ساتھ اپنی سنت کا الگ بھی ذکر فرمایا!

(ج) قرآنِ کریم کتاب اللہ بھی ہے اور کلام اللہ بھی۔ جب کہ سنتِ رسولؐ پر کتاب اللہ کا اطلاق تو ہو سکتا ہے، کلام اللہ کا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ قربانی کی شرعی حیثیت

قربانی کی شرعی حیثیت سے انکار بھی منکرینِ حدیث کا مرغوب موضوع ہے۔

"اَلنَّحْر" لغوی لحاظ سے سینہ کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں۔ اور "نَحْرُ النَّهَارِ اَوِ الشَّهْرِ" دن یا مہینہ کے ابتدائی حصہ کو (المنجد ص۹۴) اس لحاظ سے بعض مفسرین نے "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" کی مناسبت سے "وَانْحَرْ" کے معنی سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کے بھی کئے ہیں، اور اوّل وقتوں میں نماز ادا کرنے کے بھی۔

پھر "مَنْحَرٌ" کے معنی گلے میں زخم لگانے یا ذبح کرنے کی جگہ کے بھی ہیں۔ اور "اِنْتَحَرَ" بمعنی خودکشی کرنا اور "نَحِيْر" ذبح کئے ہوئے جانور کو کہتے ہیں "المنجد ص۹۴" سورۃ الکوثر میں کوثر کی عطا کی مناسبت سے "وَانْحَرْ" کے معنی قربانی کرنا زیادہ راجح اور انسب ہے۔ جیسے کہ ایک دوسری آیت:

"اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

(الانعام: ۱۶۳)

"بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے"

—— سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں حکم آجانے کے بعد قربانی سنت کیوں ہے اور فرض کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بصیغۂ امر مذکور سبھی احکام فرض نہیں ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ - الآية!" (الجمعۃ: ۱۰)

کہ "جب نماز (نماز جمعہ) ہو چکے تو (کاروبار وغیرہ کے لیے) زمین میں پھیل جاؤ!"

اس سے قبل کی آیات میں یہ پابندی لگائی گئی ہے کہ جب نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے تو کاروبار وغیرہ چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف دوڑتے چلے آؤ:

"...إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ - الآية!"

چنانچہ اب یہ پابندی اٹھائی جا رہی ہے کہ جب فریضہ ادا ہو گیا تو مساجد میں بیٹھے رہنا کوئی ضروری نہیں۔ بلکہ چاہو تو اب کاروبار وغیرہ کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے یہ ایک اختیاری امر ہے۔ حالانکہ قرآنی حکم "فَانْتَشِرُوْا" بصیغۂ امر ہے۔ لیکن اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ نماز جمعہ کے بعد بہر حال کاروبار وغیرہ کرنا فرض ہے، اور اگرچہ کام کچھ بھی نہ ہو، تاہم چھوٹا موٹا کوئی کام کرنے کا بھی اب نماز جمعہ ادا کرنے والا مکلف ہے۔ تاکہ قرآنی حکم پورا ہو سکے۔ تو قرآن مجید کا یہ مقصود نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

"وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا!" (المائدۃ: ۲)

"پھر جب تم (احرام کھول کر) حلال ہو جاؤ تو شکار کر لو!"

یہاں بھی "فَاصْطَادُوْا" بصیغۂ امر مذکور ہونے کے باوجود اختیاری امر ہے۔ یعنی حلال ہونے کے بعد اگر تم چاہو تو شکار کر سکتے ہو۔ کیونکہ احرام کی حالت میں شکار کھیلنے پر پابندی ہے۔ لیکن جب احرام کھول دیا تو پابندی ختم ہو گئی۔ اب چاہو تو شکار کر سکتے ہو، چاہو تو نہ کرو —— لہٰذا یہاں بھی قرآن مجید کا مقصود ہرگز یہ نہیں کہ حلال ہونے

کے بعد شکار کرنا بہر حال ضروری ہے!

اصل بات یہ ہے کہ تکلیفی احکام کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّت (۴) مستحب (۵) مباح۔ قرآن کریم میں پانچوں قسم کے احکام پائے جاتے ہیں، لیکن قرآن کریم مجمل ہے اس لیے اس کے کسی حکم کے فرض، واجب وغیرہ ہونے کی تفصیل سنّت میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الکوثر میں "وَانْحَرْ" (اور قربانی کیجئے) اگرچہ بصیغۂ امر قرآنِ مجید میں مذکور ہے، لیکن اس کی تعیین سنّت نے کی ہے کہ قربانی فرض نہیں، بلکہ سنّتِ مؤکدہ ہے!

——— منکرینِ حدیث بیچارے عجیب مخمصے کا شکار ہیں، سنّت سے انکاری بھی ہیں، لیکن جب سنّت کے بغیر قرآنِ مجید کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے تو چیخنا چلّانا شروع کر دیتے ہیں ——— بالکل وہی صورتِ حال ہے کہ:

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيرًا"!

کہ "جس نے ہدایت کی تبیین کے بعد بھی رسول اللہ کی نافرمانی کی اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ اختیار کر لی تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر کا اس نے رخ کر لیا ہے۔ اور ہم اسے جہنّم میں بھی داخل کریں گے جو بہت ہی بری جگہ ہے"!

۳۔ بنات الرسولؐ شیعہ حضرات کا اعتراض دو وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ کسی کی فضیلت بیان نہ ہونے کی وجہ سے اس کے وجود کی نفی نہیں ہو جاتی۔ رسول اللہؐ کی بیٹیوں کا ذکر قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ۔ الآية"!

(الاحزاب: ۵۹)

"اے نبیؐ، اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے ....."!

مندرجہ آیت کے اس ٹکڑے سے تین باتوں پر روشنی پڑتی ہے:

(۱) بنات، بنت کی جمع ہے، جس کا اطلاق تین یا تین سے زیادہ تعداد پر ہوتا ہے۔